



أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ



کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعویٰ پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟

## تفسیر ابن کثیر

علامہ عبداللہ ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جوٹا گڑھی

## العنكبوت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مؤمن کا ابھی تو امتحان ہوگا:

الم (۱)

الف لام میم

حروف مقطعه کی بحث سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔

أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعویٰ پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ مومن کو بھی امتحان سے چھوڑ دیا جائے۔

صحیح حدیث میں ہے:

أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمْتَلُ فِالْأَمْتَلِ،

يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ زِيدَ لَهُ فِي الْبَلَاءِ

سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح و نیک لوگوں کا پھر ان سے کم درجے والے پھر ان سے کم درجے والے۔

انسان کا امتحان اس کے دین کے اندازے پر ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو مصیبتیں بھی سخت نازل ہوتی ہیں۔

اسی مضمون کا بیان اس آیت میں بھی ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ  
(3:142)

کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے مجاہد کون ہے اور صابر کون ہے؟

اسی طرح سورہ برأت میں گزر چکا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّيْنَهُمُ الْبُاسَاءُ  
وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ أَلَا إِنَّ  
نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ (2:214)

کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے؟ اور اگلے لوگوں جیسے سخت امتحان کے موقعے تم پر نہ آئیں گے کہ انہیں بھوک دکھ درد وغیرہ پہنچے یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ گئے ایماندار بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں ہے؟ یقین مانو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

**وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ...**

ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا

**...فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (۳)**

یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں۔

یہاں بھی فرمایا ان سے اگلے مسلمانوں کی بھی جانچ پڑتال کی گئی انہیں بھی سرد گرم پکھلایا گیا تاکہ جو اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور جو صرف زبانی دعویٰ کرتے ہیں ان میں تمیز ہو جائے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہ تھا وہ ہر ہو چکی ہوئی بات کو اور ہر ہونے والی بات کو برابر جانتا ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (٤)

کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ایمان نہیں لائے وہ بھی یہ گمان نہ کریں کہ امتحان سے بچ جائیں گے بڑے بڑے عذاب اور سخت سزائیں انکی تاک میں ہیں یہ ہمارے ہاتھ سے نکل نہیں سکتے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے ان کے یہ گمان نہایت برے ہیں جن کا ہر نتیجہ عنقریب دیکھ لیں گے۔

نیک کام کرنا بھی جہاد ہے:

مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ...

جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے

جنہیں آخرت کے بدلوں کی امید ہے اور اسے سامنے رکھ کر وہ نیکیاں کرتے ہیں ان کی امیدیں پوری ہوں گی اور انہیں نہ ختم ہونے والے ثواب ملیں گے۔

... وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (٥)

وہ سب کی سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے

اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور کلمات کا جاننے والا ہے۔ اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت ملتا نہیں۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ...

ہر ایک کوشش کرنے والا اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔

... إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (٦)

ویسے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر نیک عمل کرنے والا اپنا ہی نفع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے اگر سارے انسان متقی بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جہاد تلوار چلانے کا ہی نام نہیں انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا رہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ...

اور جن لوگوں نے یقین کیا اور مطابق سنت کام کئے ہم ان کے تمام گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے

اس میں شک نہیں کہ تمہاری نیکیاں اللہ کے کوئی کام نہیں آتیں لیکن پھر بھی اس کی یہ مہربانی ہے کہ وہ تمہیں نیکیوں پر بدلے دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے تمہاری برائیاں معاف فرما دیتا ہے چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی قدر کرتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے۔ ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرماتا ہے اور بدی کو یا تو بالکل ہی معاف فرما دیتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے۔

**...وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (۷)**

اور انہیں ان کے اعمال کے بہترین بدلے دیں گے۔

وہ ظلم سے پاک ہے نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیتا ہے۔ ایمانداروں کی سنت کے مطابق نیکیاں قبول فرماتا ہے ان کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔

ماں باپ کی مشروط اطاعت واجب ہے:

**وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ...**

ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔

پہلے اپنی توحید پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم فرمایا اب ماں باپ کے سلوک و احسان کا حکم دیتا ہے کیونکہ انہی سے انسان کا وجود ہوتا ہے باپ خرچ کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے۔ ماں محبت رکھتی ہے اور پالتی ہے۔

اور آیت میں فرمان ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفًّا وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلَّةِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا  
(24-17:23)

اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کی پوری اطاعت کرو۔ ان دونوں کا یا ان میں سے ایک کا بڑھاپے کا زمانہ آ جائے تو انہیں اُف بھی نہ کہنا ڈانٹ ڈپٹ تو کہاں کی؟ بلکہ ان کے ساتھ ادب سے کلام کرنا اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کرنا کہ اے اللہ ان پر ایسا ہی رحم کر جیسے یہ بچپن میں مجھ پر کیا کرتے تھے۔

**...وَأِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ...**

ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کر لے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نامانا،

لیکن ہاں یہ خیال رہے کہ اگر یہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کا کہنا نامانا۔

...إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۸)

تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا۔ سمجھ لو کہ ایک دن تمہیں میرے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اس وقت میں اپنی پرستش کا اور میرے فرمان کے ماتحت ماں باپ کی اطاعت کرنے کا بدلہ دوں گا اور نیک لوگوں کے ساتھ حشر کروں گا۔ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی وہ باتیں نہیں مانیں جو میرے احکام کے خلاف نہیں تو وہ خواہ کیسے ہی ہوں میں تمہیں ان سے الگ کر لوں گا۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا۔

اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو میں اپنے صالح بندوں میں ملا دوں گا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ (۹)

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کر لوں گا۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں میرے بارے میں چار آیتیں اتریں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے یہ اس لئے اتری کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اے سعد! کیا اللہ تعالیٰ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں؟ اگر تو نے آنحضرتؐ کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی۔ چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ترمذی

ایمان کا امتحان مشکل میں ہوتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

كَعَذَابِ اللَّهِ ...

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی

مشکل ان پر آ پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں

ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو زبانی ایمانی دعویٰ کر لیتے ہیں لیکن جہاں مخالفین کی طرف سے کوئی دکھ پہنچا یہ اسے رب کا عذاب سمجھ کر مرتد ہو جاتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ

انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ (22:11)

بعض لوگ ایک کنارے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اگر راحت ملی تو مطمئن ہو گئے اور اگر

مصیبت پہنچی تو منہ پھر لیا۔

...وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ...

ہاں اگر اللہ کی مدد آجائے تو پکارا ٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔

یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ اگر حضورؐ کو کوئی غنیمت ملی کوئی فتح ملی تو اپنا دیندار ہونا ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُم مِّنكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ

نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (4:141)

وہ تمہیں دیکھتے رہتے ہیں اگر فتح و نصرت ہوئی تو ہانک لگانے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے نہیں ہیں؟ اور اگر کافروں کی بن آئی تو ان سے اپنی ساز باز جتانے لگتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تمہیں بچالیا۔

قرآن میں اور جگہ فرمایا:

فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ  
نَدِيمِينَ (5:52)

بہت ممکن ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کو بالکل ہی غالب کر دے تو یہ اپنی اس چچی ہوئی حرکت پر صاف نادم ہو جائیں۔

أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ (۱۰)

کیا دنیا جہان کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے اللہ تعالیٰ دانا نہیں ہے؟

وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ (۱۱)

جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں بھی جان کر رہے گا اور منافقوں کو بھی جان کر ہی رہے گا۔

یہاں فرمایا کیا بات ہے کہ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ اللہ عالم الغیب ہے جہاں زبانی بات جانتا ہے وہاں قلبی بات بھی اسے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائیوں پر انہیں پہچان کر نیک و بد کو مومن و منافق کو الگ الگ کر دے گا ان کے پرستار نفع کے خواہاں کیسو ہو جائیں گے اور نفع نقصان میں ایمان نہ چھوڑنے والے ظاہر ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ (47:31)

ہم تمہیں آزما تے رہا کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صابریں کو ہم دنیا کے سامنے ظاہر کر دیں اور تمہاری خبریں دیکھ بھال لیں۔

احد کے امتحان کا ذکر کر کے فرمایا:

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (3:179)

اللہ تعالیٰ مومنوں کو جس حالت پر وہ تھے رکھنے والا نہ تھا جب تک کہ خبیث کی تمیز نہ کر لے۔

اعمال اپنے ہی کام آئیں گے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ ...  
کافروں نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہماری راہ کی تابعداری کرو تمہارے گناہ ہم اٹھالیں گے۔

...وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (۱۲)  
حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھانے کے یہ تو محض جھوٹے ہیں

کفار قریش مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ان سے یہ بھی کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب پر عمل کرو اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہم پر۔ حالانکہ یہ اصولاً غلط ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی اٹھائے یہ بالکل دروغ کو ہیں کوئی اپنے قرابت دار کے گناہ بھی اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ دوست دوست کو اس دن نہ پوچھے گا۔ ہاں یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے بوجھ بھی ان پر لادے جائیں گے مگر وہ گمراہ شدہ لوگ۔ بلکہ نہ ہوں گے ان کا بوجھ ان پر ہے جیسے فرمایا ہے:

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (16:25)  
یہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں بہکا یا تھا ان کے بہکانے کا گناہ بھی ان پر ہوگا۔

صحیح حدیث میں ہے:

مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ اتَّبَعَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقِصَ  
مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا،

وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ اتَّبَعَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقِصَ  
مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا

جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے قیامت تک جو لوگ اس پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن انکے ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔

اسی طرح جس نے برائی پھیلانی اس پر جو بھی عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن انکے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

وَلِيَحْمِلْنَ أَثْقَالَهُمْ وَأَنْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ...

البتہ یہ اپنے بوجھ ڈھولیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ ہی اور بوجھ بھی۔

...وَلَيَسْأَلَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۱۳)

اور جو کچھ افتر پروازیاں کر رہے ہیں ان سب کی بابت ان سے باز پرس کی جائے گی۔

ان کے تمام بہتان جھوٹ افتر کی ان سے بروز قیامت باز پرس ہوگی۔ آپ نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ اللَّهَ يَعْزِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا يَجُوزُنِي الْيَوْمَ ظُلْمٌ،  
ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ فَيَقُولُ: أَيْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ؟

فِيَأْتِي يَتَّبِعُهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَيَشْخَصُ النَّاسُ إِلَيْهَا أَبْصَارَهُمْ، حَتَّى يَفُومَ بَيْنَ يَدَيْ  
الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَأْمُرُ الْمُنَادِي فَيُنَادِي: مَنْ كَانَتْ لَهُ تِبَاعَةٌ أَوْ ظَلَامَةٌ عِنْدَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ  
فَهُلْمُ،

فَيُقْبَلُونَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا قِيَامًا بَيْنَ يَدَيْ الرَّحْمَنِ، فَيَقُولُ الرَّحْمَنُ: اقضُوا عَنْ عَبْدِي،

فَيَقُولُونَ: كَيْفَ نَقْضِي عَنْهُ؟

فَيَقُولُ: خُذُوا لَهُمْ مِنْ حَسَنَاتِهِ،

فَلَا يَزَالُونَ يَأْخُذُونَ مِنْهَا حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْهَا حَسَنَةٌ، وَقَدْ بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ الظُّلْمَاتِ،

فَيَقُولُ: اقضُوا عَنْ عَبْدِي،

فَيَقُولُونَ: لَمْ يَبْقَ لَهُ حَسَنَةٌ،

فَيَقُولُ: خُذُوا مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ فَأَحْمِلُوهَا عَلَيْهِ

ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظلم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا۔

پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ ٹکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے  
یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آکھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا  
کہ اس کی طرف کسی کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آجائے اور اپنا بدلہ لے لے۔

اب تو ادھر ادھر سے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ  
فرمائے گا میرے ان بندوں کو ان کے حق دلو اور۔

فرشتے کہیں گے اے اللہ کیسے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو۔

چنانچہ یونہی کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک نیکی باقی نہیں رہے گی اور ابھی تک بعض مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے۔ اللہ  
تعالیٰ فرمائے گا انہیں بدلہ دو۔

فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کے گناہ اس پر لا دو۔

پھر حضورؐ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ ...

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا

...فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (۱۴)

وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم

اس میں آنحضرتؐ کی قسلی ہے آپؐ کو خبر دی جاتی ہے کہ حضرت نوحؑ اتنی لمبی مدت تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلا تے رہے دن رات پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح آپؐ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی لیکن وہ اپنی سرکشی اور گمراہی میں ہی بڑھتے گئے بہت ہی کم لوگ آپؐ پر ایمان لائے آخر کار اللہ کا غضب ان پر بصورت طوفان آیا اور انہیں جس نہیں کر دیا تو اے پیغمبر آخر الزمان! آپؐ اپنی قوم کی اس تکذیب کو نیا خیال نہ کریں آپؐ اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں۔ ہدایت و ضلالت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (96-10-97)

جن لوگوں کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے انہیں تو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا تمام نشانیاں کو دیکھ لیں لیکن انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ ...

پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی

بالآخر جیسے نوح کو نجات ملی اور قوم ڈوب گئی اسی طرح آخر میں غلبہ آپؐ کا ہے اور آپؐ کے مخالفین پست ہوں گے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نوحؑ نبیؑ کو نبوت ملی اور نبوت کے بعد ساڑھے نو سو سال تک آپؐ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ طوفان کی عالمگیری ہلاکی کے بعد بھی حضرت نوحؑ ساٹھ سال تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنو آدم کی نسل پھیل گئی اور دنیا میں یہ بکثرت نظر آنے لگے۔

جب قوم نوح علیہ السلام پر غضب الہی نازل ہوا تو رب تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبیؑ کو اور ایمان والوں کو جو آپؐ کے ساتھ آپ کے حکم سے طوفان سے پہلے کشتی میں سوار ہو چکے تھے۔ بچا لیا۔

سورہ ہود میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے اس لئے ہم یہاں دو بارہ اسے بیان نہیں کرتے۔

...وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ (۱۵)

اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہان کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔

ہم نے اس کشتی کو دنیا کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔

یا تو خود اس کشتی کو جیسے کہ حضرت قنودہ کا قول ہے کہ اول اسلام تک وہ جو دی پہاڑ پر تھی یا یہ کہ اس کشتی کو دیکھ کر پھر پانی کے سفر کے لئے جو کشتیاں لوگوں نے بنائی ان کو کہ انہیں دیکھ کر اللہ کا وہ بچانا یاد آ جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے:

وَأَيُّهُ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا دُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ

وَوَخَّلَفْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ (44-36:41)

ہماری قدرت کی ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں بٹھالیا۔ اور ہم نے ان کے لئے اور بھی اس جیسی سواریاں بنا دیں۔

سورۃ الحاقہ میں فرمایا:

إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعْيِبَةً أُنْتُمْ وَعِيَّةٌ (12-69:11)

جب پانی کا طوفان آیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا اور اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیا تاکہ جن کانوں کو اللہ تعالیٰ نے یاد رکھنے کی طاقت دی ہے وہ یاد رکھ لیں۔

یہاں شخص سے جنس کی طرف چڑھاؤ کیا ہے جیسے **ولقد** (67:5) والی آیت میں:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ (67:5)

آسمان دنیا کے ستاروں کا باعث زینت آسمان ہونا بیان فرما کر ان کی نوعیت کا شیطانوں کے لئے رجم ہونا بیان فرمایا۔ اور آیت **ولقد** (23:12-13) میں بیان ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْةٍ مِّنْ طِينٍ

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (13-23:12)

انسان کا مٹی سے پیدا ہونا ذکر کر کے فرمایا پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل میں قرار گاہ میں کر دیا۔

امام الموحدین کی دعوت توحید:

وَابْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ...

ابراہیم نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔

...ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (۱۶)

اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

امام الموحدين ابوالمسلمين خليل الله عليه وسلوات الله كما بيان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید الہی کی دعوت دی ریاکاری سے بچنے اور دل میں پرہیزگاری قائم کرنے کا حکم دیا، اس کی نعمتوں پر شکرگزاری کرنے کو فرمایا اور اس کا نفع بھی بتلایا کہ دنیا آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہان کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔

**إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ...**

تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو۔

**...إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَّا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا ...**

سنو! جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں

**فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ ...**

تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو

ساتھ ہی انہیں بتلایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہیں تم نے آپ ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں وہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں۔ وہ تو تمہاری روزیوں کے بھی محتار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصر کے ساتھ یہ آیت بھی ہے:

**إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (1:5)**

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

یہ حصر حضرت آسیہؑ کی دعا میں بھی ہے:

**رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (66:11)**

اے اللہ! میرے لئے اپنے پاس ہی جنت میں مکان بنا۔

**فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ ...**

تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو

**... وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ .....**

اور اسی کی عبادت کرو اور اس کی شکرگزاری کرتے رہو

چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسروں کی عبادت بھی نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ۔

**...إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۱۷)**

اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

**وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَّمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ...**

اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے

دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو لو نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا انکی کیسی درگت ہوئی۔

**...وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۱۸)**

رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔

یاد رکھو نبیوں کا کام صریح پیغام الہی پہنچا دینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے تمہیں سعادت مندوں میں بناؤ بد بختوں میں شامل نہ کرو۔

غور نہیں کرتے کہ جس نے عدم سے وجود بخشا وہی ہے:

دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا کر دیا لیکن تاہم مرکز جینے کے قائل نہیں حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں جو ابتداء پیدا کر سکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔

**أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ...**

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتداء کی کیفیت اللہ نے کی پھر بھی اللہ اس کا اعادہ کرے گا

**...إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (۱۹)**

یہ تو اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے

اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ تم زمین کی اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں کو ستاروں کو زمینوں کو پہاڑوں کو درختوں کو جنگلوں کو نہروں کو دریاؤں کو سمندروں کو پھلوں کو کھیتوں کو دیکھو تو سہی کہ یہ سب کچھ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ کر دیا کیا تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صنایع و قدریہ اللہ کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ وہ تو صرف ہو جا کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ مختار ہے اسے اسباب اور سامان کی ضرورت نہیں۔

اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا:

**وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (30:27)**

وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ...

کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدا پیدائش کی پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو ہم نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہوگی

...إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲۰)

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے فرمایا:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَبْيُتِنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (41:53)

ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود انکی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔

اور جگہ ارشاد ہے:

أَمْ خُلِفُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِفُونَ ... بَلْ لَّا يُوقِنُونَ (36-52:35)

کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کیے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں کچھ نہیں بے یقین لوگ ہیں۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ (۲۱)

جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے وہ حاکم ہے قبضے والا ہے جو چاہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو نال نہیں سکتا۔ کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا۔ کوئی اس سے بچوں چرا کر نہیں سکتا اور کوئی اس سے سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں ہیں اس کی ماتحتی میں ہیں خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے اس لئے کہ وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔

سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ...

تم نہ تو زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں

زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے۔ ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے سب اس کے در کے فقیر ہیں اور وہ سب سے غنی ہے۔

...وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (۲۲)

نہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ...

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کو بھلاتے ہیں

... أُولَئِكَ يَبْسُؤُا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۲۳)

وہ میری رحمت سے نا امید ہو جائیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہیں

تمہارا کوئی ولی اور مددگار اس کے سوا نہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرنے والے اس کی ملاقات کو نہ ماننے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک الم افزا عذاب ہیں۔

آتش نمرود اور ابراہیم:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ ...

آپ کی قوم کا جواب بجز اس کے آپ کے سامنے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو

...فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ...

آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچالیا۔

...إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۲۴)

اس میں ایماندار لوگوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا یہ عقلی اور نقلی دلائل کا وعظ بھی ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کر سکا اور انہوں نے یہاں بھی اپنی اسی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ جواب تو ان دایلوں کا دے نہیں سکتے تھے لہذا اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے اور اپنی طاقت سے سچ کو روکنے لگے::

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْفُوهُ فِي الْجَحِيمِ

فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ (98:37-97)

کہنے لگے ایک گڑھا کھودو اس میں آگ بڑکاؤ اور اس آگ میں اسے ڈال دو کہ جل جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی مکر کو انہی پر لوٹا دیا۔

مدتوں تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور ایک گڑھا کھود کر اس کے ارد گرد دیواریں کھڑی کر کے لکڑیوں میں آگ لگا دی جب اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے اور اتنی زور کی آگ روشن ہو گئی کہ زمین پر کہیں اتنی آگ نہیں دیکھی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑا باندھ کر جہنم میں ڈال کر جھلا کر اس آگ میں ڈال دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ظلیل پر بارش و بہار بنا دیا آپ کئی دن کے بعد صحیح سالم اس میں سے نکل آئے۔

یہ اور اس جیسی اور قربانیاں تھیں جن کے باعث آپ کو امامت کا منصب عطا ہوا۔ اپنا نفس آپ نے رحمن کے لئے اپنا جسم آپ نے میزان کے لئے اپنی اولاد آپ نے قربانی کے لئے اپنا مال آپ نے ضیقان کے لئے کرویا یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان والے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو آپ کے لیے باغ بنا دیا اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے قدرت الہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

**وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ...**

(حضرت ابراہیمؑ نے) کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بناء پر ٹھہرا لیا ہے۔

**...ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا ...**

تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جن بتوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارا ایک اور اتفاق دنیا تک ہی ہے۔ لیکن قیامت کے دن معاملہ برعکس ہو جائے گا مودت کی جگہ نفرت اور اتفاق کے بدلے اخلاف ہو جائے گا۔ ایک دوسرے سے جھگڑو گے ایک دوسرے پر الزام رکھو گے ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ پر پھینکا برسائے گا۔

**...وَمَا وَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ (۲۵)**

اور تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

سب دوست دشمن بن جائیں گے ہاں پرہیزگار نیک کار آج بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست رہیں گے۔ کفار سب کے سب میدان قیامت کے دن ٹھوکریں کھا کھا کر بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ کوئی اتنا بھی نہ ہوگا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ :

**فَأَمِّنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ ...**

پس ان پر (ایک) حضرت لوط ایمان لائے

کہا جاتا ہے کہ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے لوط بن ہارون بن آزر۔ آپ کی ساری قوم سے ایک تو حضرت لوطؑ ایمان لائے تھے اور ایک حضرت سارہؑ جو آپ کی بیوی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی بیوی صلاحہ کو اس ظالم بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ذریعہ اپنے پاس بلوایا تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ دیکھو میں نے اپنا رشتہ تم سے بھائی بہن کا بتلایا ہے تم بھی یہی کہنا کیونکہ اس وقت دنیا پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کوئی میاں بیوی ہمارے سوا ایماندار نہیں۔

حضرت لوطؑ آپ پر ایمان تو لائے تھے مگر اسی وقت ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے پھر اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیج دیئے گئے تھے جیسا کہ بیان گزرا اور آگے آئے گا۔

... إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ...

اور (ابراہیمؑ) کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔

... إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۲۶)

وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے۔

حضرت لوطؑ کے ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنی قوم سے دست برداری کر لی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ اور کسی جگہ جاؤں شاید وہاں والے اللہ والے بن جائیں۔

عزت اللہ تعالیٰ کی اس کے رسول اور مؤمنوں کی ہے۔ حکمت والے اقوال تقدیر شریعت اللہ کی ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں آپ کو فہ سے ہجرت کر کے شام کے ملک کی طرف گئے۔

حدیث میں ہے:

ہجرت کے بعد کی ہجرت حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت گاہ کی طرف ہوگی۔ اس وقت زمین پر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جنہیں زمین تھوک دے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرے گا اور انہیں آگ سوروں اور بندروں کے ساتھ پکاتی پھرے گی۔ راتوں کو دونوں کو انہی کے ساتھ رہے گی اور ان کی جھڑن کھاتی رہے گی۔

اور روایت میں ہے:

جو ان میں سے پیچھے رہے گا اسے یہ آگ کھا جائے گی۔ اور مشرق کی طرف سے کچھ لوگ میری امت میں ایسے نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا ان کے ایک جتھے کے خاتمے کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہوگا۔ یہاں تک کہ آپ نے بیس سے زیادہ بار اسے دہرایا۔ یہاں تک کہ انہی کے آخری گروہ میں دجال نکلے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ ایک زمانہ تو ہم پر وہ تھا کہ ہم ایک مسلمان بھائی کے لئے درہم دوینار کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اپنی دولت اپنے بھائی کی ہی سمجھتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ دولت ہمیں اپنے مسلم بھائی سے زیادہ عزیز معلوم ہونے لگی۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے:

اگر تم بیلوں کی دموں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور تجارت میں مشغول ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کے پٹے ڈال دے گا جو اس وقت تک تم سے الگ نہ ہوں گے جب تک کہ تم پھر سے وہیں نہ آ جاؤ جہاں تھے اور تم توبہ نہ کر لو

پھر وہی حدیث بیان کی جو اوپر گزری اور فرمایا:

میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور بد عملیاں کریں گے قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے علم کو دیکھ کر تم اپنے علموں کو حقیر سمجھنے لگو گے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے پس جب یہ لوگ ظاہر ہوں تم انہیں قتل کر دینا پھر نکلیں پھر مار ڈالنا پھر ظاہر ہوں پھر قتل کر دینا۔ وہ بھی خوش نصیب ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ بھی خوش نصیب ہے جو ان کے ہاتھوں قتل کیا جائے جب ان کے گروہ نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں برباد کر دے گا پھر نکلیں گے پھر برباد ہو جائیں گے۔ اسی طرح حضورؐ نے کوئی بیس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار یہی فرمایا۔

### وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ...

ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ و یعقوبؑ عطا فرمایا

ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ نامی بیٹا دیا اور اسحاقؑ کو یعقوبؑ نامی جیسے فرمان ہے:

فَلَمَّا اعْتَزَلْتَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (19:49)

جب آپ (خلیل الرحمن) نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسحاقؑ و یعقوبؑ دیا اور ہر ایک کو نبی بنایا۔

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پوتا بھی آپ کی موجودگی میں ہو جائے گا۔ اسحاقؑ بیٹے تھے اور یعقوبؑ زائد تھے۔ اور آیت میں ہے:

فَبَشِّرْهُنَّ بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (11:71)

ہم نے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کو اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوبؑ کی بشارت دی۔

اور فرمایا کہ قوم کو چھوڑنے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارے گھر کی بہتی یہ دے گا جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ کے فرزند تھے۔ یہی سنت سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے:

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ

إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهُهَا وَاحِدًا (2:133)

کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوبؑ کی موت کا وقت آیا تو وہ اپنے لڑکوں سے کہنے لگے تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا آپ کے اور آپ کے والد ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ کے اللہ کی جو یکتا اور واحد و لا شریک ہے۔

ابن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ اسحاقؑ و یعقوبؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے اس سے مراد فرزند کے فرزند کو فرزند کہہ دینا ہے یہ نہیں کہ صلیبی فرزند دونوں تھے۔

### ... وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ...

اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی

ہم نے انہی کی اولاد میں کتاب و نبوت رکھ دی۔ ظلیل کا خطاب انہیں ملا امام انہیں کہا گیا پھر ان کے بعد انہی کی نسل میں نبوت و حکمت رہی۔ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ تک تو یہ سلسلہ یونہی چلا۔

بنو اسرائیل کے اس آخری پیغمبر نے اپنی امت کو صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نبی عربی قریشی ہاشمی خاتم المرسلین سید اولاد آدم کی بشارت دیتا ہوں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے آپ حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں سے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے آپ کے سوائے اور نبی نہیں ہوا **عليه افضل الصلوة التسليم**۔

**...وَأَتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ (۲۷)**

اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے۔

ہم نے انہیں دنیا کے ثواب بھی دیئے اور آخرت کی نیکیاں بھی عطا فرمائیں۔ دنیا میں رزق واسع جگہ پاک نیک شاجمیل اور ذکر حسن دیا ساری دنیا کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔ باوجودیکہ اپنی اطاعت کی توفیق روز بروز اور زیادہ دی۔ کامل اطاعت گزاری کی توفیق کے ساتھ دنیا کی بھلائیاں بھی عطا فرمائیں اور آخرت میں بھی صالحین میں رکھا۔ جیسے فرمان ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ... وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ

**الصَّالِحِينَ (120:16-122)**

ابراہیمؑ جماعت فرمانبردار تھا موجد تھا مشرکوں میں نہ تھا آخرت میں بھلے لوگوں کا ساتھی ہوا۔

لوٹیوں کی مشہور بد خصلتی:

**وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ...**

حضرت لوٹؑ کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ

**...إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ (۲۸)**

تم تو اس بدکاری پر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں سے کسی نے نہیں کیا

**أَنْبَكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ...**

تم مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور راستے بند کرتے ہو؟

لوٹیوں کی مشہور بد خصلتی سے حضرت لوطؑ انہیں روکتے ہیں کہ تم جیسی خباثت تم سے پہلے تو کوئی جانتا ہی نہ تھا کفر تکذیب رسول مخالفت حکم الہی تو خیر اور بھی کرتے رہے مگر مردوں سے حاجت روائی تو کسی نے بھی نہیں کی۔

... وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ...

اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟

دوسری بد خصلت ان میں یہ تھی کہ راستے روکتے تھے ڈاکے ڈالتے تھے قتل و فساد کرتے تھے مال لوٹ لیتے تھے مجلسوں میں علی الاعلان بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے کوئی کسی کو نہیں روکتا تھا یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ وہ لواطت بھی علی الاعلان کرتے تھے۔

حدیث میں ہے راہ چلوں پر آوازہ کشی کرتے تھے اور کنکر چتر پھینکتے رہتے تھے۔ سیٹیاں بجاتے تھے کبوتر بازی کرتے تھے ننگے ہو جاتے تھے۔

...فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا...

اس کے جواب میں آپ کی قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ

...انْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۲۹)

بس جا اگر سچا ہے تو ہمارے پاس رب تعالیٰ کا عذاب لے آ

کفر عناد سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ نبی کے سمجھانے پر کہنے لگے جا جا بس نصیحت چھوڑ جن عذابوں سے ڈرا رہا ہے انہیں لے آ تو ہم بھی تیری سیائی دیکھیں۔

قال رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ (۳۰)

حضرت لوطؑ نے دعا کی کہ پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما۔

عاجز آ کر لوطؑ نے بھی اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے کہ اے اللہ! ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے میری مدد کر۔

قوم لوط کی تباہی و بربادی:

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبَشْرَى قَالُوا ...

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر پہنچے کہنے لگے

...إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ (۳۱)

اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں۔ یقیناً یہاں کے رہنے والے گنہگار ہیں۔

حضرت لوطؑ کی جب نہ مانی گئی بلکہ سنی بھی نہ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس پر فرشتے بھیجے گئے۔ بشکل انسانی یہ فرشتے پہلے بطور مہمان کے حضرت ابراہیمؑ کے گھر آئے۔ آپ نے ضیافت کا سامان تیار کیا اور ان کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ انہیں اس کی رغبت نہیں تو دل ہی دل میں خوفزدہ ہو گئے تو فرشتوں نے ان کی دلجوئی شروع کی اور خبر دی کہ ایک نیک بچہ ان کے ہاں پیدا ہوگا۔ حضرت سارہؑ جو ہاں موجود تھیں یہ سن کر تعجب کرنے لگیں، جیسے کہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں مفصل تفسیر گزر چکی ہے۔

**قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ...**

(حضرت ابراہیمؑ) کہنے لگے اس میں تو لوط ہیں

**قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ...**

فرشتوں نے کہا یہاں جو ہیں ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں

**...لِنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (۳۲)**

لوط کو اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے

اب فرشتوں نے اپنا اصلی ارادہ ظاہر کیا جسے سن کر ظلیل الرحمنؑ کو خیال آیا کہ اگر وہ لوگ کچھ اور ذمیل دیئے جائیں تو کیا عجب کہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے فرمانے لگے کہ وہاں تو لوط بنتی ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا ہم ان سے غافل نہیں ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کو بچالیں گے۔ ہاں ان کی بیوی تو بے شک ہلاک ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے کفر میں ان کا ساتھ دیتی رہی ہے۔

**وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا ...**

پھر جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو وہ انکی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے

یہاں سے رخصت ہو کر خوبصورت قریب البلوغ بچوں کی صورتوں میں یہ حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی لوط نبیؑ شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر انہیں اپنے پاس ٹھہراتا ہوں تو انکی خبر پاتے ہی کفار بھڑ بھڑا کر آ جائیں گے اور مجھے بھی تنگ کریں گے اور انہیں بھی پریشان کریں گے۔ اگر انہیں ٹھہراتے تو یہ انہیں کے ہاتھ پڑ جائیں گے قوم کی خصلت سے واقف تھے اس لئے ناخوش اور رنجیدہ ہو گئے۔

**...وَقَالُوا لِمَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنْجُوكَ وَأَهْلَكَ ...**

قاصدوں نے کہا آپ نہ خوف کھائیے اور نہ آرزو ہوئیے ہم آپ کو مع آپ کے متعلقین کے بچالیں گے

.... إنا امرأتك كانت من الغابرين (۳۳)

مگر آپ کی بیوی کہ وہ عذاب کے لئے باقی رہ جانے والوں میں سے ہوگی

إنا منزلون على أهل هذه القرية رجلاً من السماء بما كانوا يفسفون (۳۴)

ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ یہ بے حکم ہو رہے ہیں

لیکن فرشتوں نے ان کی یہ گھبراہٹ دور کر دی کہ آپ گھبرائے نہیں رہیں۔ نبیجیدہ نہ ہوں ہم تو رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں انہیں غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان بجز آپ کی اہلیہ کے توجہ جائے گا باقی ان سب پر آسمانی عذاب آئے گا اور انہیں انکی بدکاری کا نتیجہ دکھایا جائے گا۔

پھر حضرت جبرئیلؑ نے انکی بستیوں کو زمین سے اٹھایا آسمان تک لے گئے اور وہاں سے اللہ دیں پھر ان پر انکے نام کے نشان دار پتھر برسائے اور جس عذاب الہی کو وہ دور سمجھ رہے تھے وہ قریب ہی نکل آیا۔

ولقد تركنا منها آية بينة لقوم يعقلون (۳۵)

البتہ ہم نے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

ان کی بستیوں کی جگہ ایک کڑوے گندے اور بدبودار پانی کی جھیل رہ گئی۔ جو لوگوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اور غفلت مند لوگ اس ظاہری نشان کو دیکھ کر ان کی بری طرح کی ہلاکت کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر دلیری نہ کریں۔ عرب کے سفر میں رات دن یہ منظر ان کے پیش نظر تھا۔

وإلى مدین آخاهم شعيباً فقال ...

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا

... يا قوم اعبدوا الله وارजूوا اليوم الآخر ...

اے میری قوم کے لوگ! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو۔

... ولما تعثوا في الأرض مفسدين (۳۶)

اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو

اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سچے رسولؐ نے مدین اپنی قوم کو وعظ کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے اور اس کی سزاؤں سے ڈرایا۔ انہیں قیامت کے ہونے کا یقین دلا کر فرمایا کہ اس دن کے لئے کچھ تیاریاں کر لو اس دن کا خیال رکھو لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔ اللہ کی زمین میں فساد نہ کرو براہینوں سے الگ رہو۔

ان میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے لوگوں کے حق مارتے ڈاکے ڈالتے راستے بند کر دیتے تھے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کرتے تھے۔

**فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذْتَهُمُ الرَّجْفَةُ ...**

مگر انہوں نے جھٹلایا آخر انہیں زلزلے نے پکڑ لیا

**... فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (۳۷)**

اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے۔

انہوں نے اپنے پیغمبر کی نصیحتوں پر کان تک نہ دیا بلکہ انہیں جھوٹا کہا۔ اس بناء پر ان پر عذاب الہی برس پڑا سخت جھونچال آیا اور ساتھ ہی اتنی تیز تند آواز آئی کہ دل اڑ گئے اور روہیں پرواز کر گئیں اور گھڑی کی گھڑی سب کا ڈھیر ہو گیا۔ ان کا پورا قصہ سورہ اعراف اور سورہ شعراء میں گزر چکا ہے۔

عادی اور ثمودی بھی فنا کے گھاٹ میں:

**وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسَاكِينِهِمْ ...**

ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں

**... وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فُصِّدَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ (۳۸)**

شیطان نے انہیں ان کی بد اعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے

عادی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم سے تھے اعراف میں رہتے تھے جو یمن کے شہروں میں حضرموت کے قریب ہے۔ ثمودی حضرت صالح کی قوم کے لوگ تھے یہ حجر میں بستے تھے جو وادی القری کے قریب ہے اہل عرب کے راستے میں ان کی بستی آتی تھی جسے یہ بخوبی جانتے تھے۔

**وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ...**

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی

قارون ایک دولت مند شخص تھا جس کے بھر پور خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھاتی تھی۔

فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر تھا۔ اسی کے زمانے میں موسیٰ کلیم اللہ نبی ہو کر اس طرف گئے تھے۔ یہ دونوں قطبی کافر تھے۔

...وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ (۳۹)

ان کے پاس حضرت موسیٰ کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے

**فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ ...**

پھر تو ہر ایک کو ہم نے ان کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا

جب ان کی سرکشی حد سے گزر گئی اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہو گئے رسولوں کو ایذا نہیں دیں اور انکی نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔

**...فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ...**

ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا

عادیوں پر ہوا میں بھیجیں انہیں اپنی قوت و طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا کسی کو اپنے مقابلہ کا نہ جانتے تھے ان پر ہوا بھیجی جو بڑی تیز و تند تھی جو ان پر زمین کے پتھر اڑا اڑا کر برسائے گی بالآخر زور پکڑے تے پکڑے تے یہاں تک بڑھ گئی کہ انہیں اُچک لے جاتی اور آسمان کے قریب لے جا کر پھر گرا دیتی۔ سر کے بل گرتے اور سر الگ ہو جاتا اور ایسے ہو جاتے جیسے کھجور کے درخت جن کے سنے الگ ہوں اور شاخیں جدا ہوں۔

**...وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ...**

اور ان میں سے بعض کو زور آور سخت آواز نے دبوچ لیا۔

شود یوں پر جت الہی پوری ہوئی دلائل دیئے گئے ان کی طلب کے موافق پتھر میں سے ان کے دیکھتے ہوئے اونٹنی نکلی لیکن تاہم انہیں ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ طغیانی میں بڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالحؑ کو دھمکانے اور ڈرانے لگے اور ایمانداروں سے بھی کہنے لگے کہ ہمارے شہر چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ انہیں ایک چیخ سے پارہ پارہ کر دیا۔ دل دہل گئے کلیجے اڑ گئے اور سب کی روئیں نکل گئیں۔

**...وَمِنْهُمْ مَّنْ حَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ...**

اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔

قارون نے سرکشی اور تکبر کیا طغیانی اور بڑائی کی رب اعلیٰ کی نافرمانی کی زمین میں فساد مچا دیا اکڑا اکڑا کر چلنے لگے اپنے ڈنٹر بل دیکھنے لگا اترانے لگا اور پھولنے لگا بس اللہ تعالیٰ نے اسے مع اس کے محلات کے زمین درز کر دیا جو آج تک دہشتا چلا جا رہا ہے۔

**...وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَفْنَا ...**

اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا

فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو صبح ہی صبح ایک ہی ساعت میں دریا برد کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو ان کا نام تو کبھی لیتا۔

...وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ...

اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے

... وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (۴۰)

بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو کچھ کیا کچھ ان پر ظلم نہ تھا بلکہ ان کے ظلم کا بدلہ تھا ان کے کرتوت کا پھل تھا ان کی کرنی کی بھرتی تھی یہ بیان یہاں بطور لفٹ نثر کے ہے اولاً جھٹلانے والی امتوں کا ذکر ہوا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو عذابوں سے ہلاک کرنے کا۔

شرک پر ایک عمدہ مثال:

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنَ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا...

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے۔

...وَأَنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ...

حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔

...لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۴۱)

کاش کہ وہ جان لیتے

جو لوگ اللہ رب العالمین کے سوا اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں انکی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے یہ ان سے مدد کے روزی کے سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے۔ اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے۔

پس ان کا حال ایمانداروں کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنا سر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا اعمال صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش کی طرف جھکا ہوا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ...

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں۔

...وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۴۲)

وہ زبردست اور ذی حکمت ہے

اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرارہا ہے کہ وہ ان سے ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے۔ انہیں ان کی شرارت کا وہ مزہ چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈسیل دینے میں بھی اس کی مصلحت و حکمت ہے۔ نہ یہ کہ وہ علیم اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر ہو۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (۴۳)

ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں

ہم نے تو مثالوں سے بھی مسائل سمجھا دیئے۔ لیکن ان کے سوچنے سمجھنے کا مادہ ان میں غور و فکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علماء کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔

حضرت عمرو بن مرہؓ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنی مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دکھتا ہے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہوگئی کیونکہ فرمان الہی یہی ہے کہ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ...

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے

...إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ (۴۴)

ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے

اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں کا اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو و بیکار نہیں بنایا بلکہ اس لئے کہ یہاں لوگوں کو بسائے پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے اور:

لِيُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (20:15)

قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا سزا دے۔

لِيُجْزَىٰ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيُجْزَىٰ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ (53:31)

بروں کی انکی بد اعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہترین بدلہ۔

نماز بے حیائی سے روکتی ہے:

**اِنَّ مَا اَوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ ...**

جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اور نماز کا پابند رہ۔

**... اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ...**

یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول اللہؐ کو اور ایمانداروں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اسے اوروں کو بھی سنائیں اور نمازوں کی نگہبانی اور پابندی سے پڑھتے رہا کریں۔ نماز انسان کو ناشائستہ کاموں اور نالائق حرکتوں سے باز رکھتی ہے۔ نبی کریمؐ کا فرمان ہے:

جس نمازی کی نماز نے اسے گناہوں اور سیاہ کاریوں سے باز نہ رکھا وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہؐ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

جیسے اس کی نماز بے جا اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی۔

رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

جو نماز کی بات نہ مانے اس کی نماز نہیں۔ نماز بے حیائی اور بد فعلیوں سے روک رہی ہے اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان وہی کاموں سے نماز رک جائے۔

بزار میں ہے کہ رسول اللہؐ سے کسی نے کہا کہ حضور اکرمؐ افلاں شخص نماز پڑھتا ہے لیکن چوری نہیں چھوڑتا۔ آپؐ نے فرمایا:

**اِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُولُ**

عنقریب اس کی نماز اس کی یہ برائی چھڑا دے گی۔

**... وَلَنَذِكُرُ اللّٰهَ اَكْبَرُ ...**

بے شک ذکر رب تعالیٰ بہت بڑی چیز ہے۔

چونکہ نماز ذکر اللہ کا نام ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا یا اللہ بڑی چیز ہے۔

**... وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (۴۵)**

تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خیر دار ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہاری تمام باتوں سے اور تمہارے کل کاموں سے باخبر ہے۔

حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں نماز میں تین چیزیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نماز ادا نہیں۔

۱۔ اخلاص

۲۔ خوف الہی

۳۔ ذکر اللہ

اخلاص سے تو انسان نیک ہو جاتا ہے

اور خوف الہی سے انسان گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے

اور ذکر اللہ یعنی قرآن اسے بھلائی اور برائی بتا دیتا ہے وہ حکم بھی کرتا ہے اور منع بھی کرتا ہے۔

ایک راوی سے ابن عباسؓ کا یہ قول مروی ہے کہ جو بندہ یاد الہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے۔ اس نے کہا ہمارے ہاں جو صاحب ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گے تو وہ تمہاری یاد کرے گا اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

**فَاذْكُرُونِي أَذْكَرُكُمْ (2:152)**

تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔

اسے سن کر آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا یعنی دونوں مطلب درست ہیں یہ بھی اور وہ بھی۔

حضرت عبداللہ بن ربیعہؓ سے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دریافت فرمایا کہ اس جملے کا مطلب جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اس سے مراد نماز میں **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر** کہنا ہے۔

آپ نے فرمایا تو نے عجب بات کہی یہ یوں نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حکم کے اور منع کے وقت اللہ تعالیٰ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے ذکر اللہ سے بہت بڑا اور بہت اہم ہے۔

اہل کتاب سے مناظرہ کا طریقہ:

**وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِنَّا بِالَّذِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ...**

اہل کتاب کے ساتھ بہت مہذب طریقے سے مناظرے کرو مگر ان کے ساتھ جو ان میں سے

بے انصاف ہیں

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے حکم کی آیت کے ساتھ منسوخ ہے اب تو یہی ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں یا لڑائی لڑیں۔

لیکن اور بزرگ مفسرین کا قول ہے کہ یہ محکم اور باقی ہے۔ جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہئے۔ کیا عجب وہ راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے اور آیت میں عام حکم موجود ہے:

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (16:125)

اپنے رب تعالیٰ کی راہ کی دعوت حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ لوگوں کو دو۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو جب فرعون کی طرف بھیجا جاتا ہے تو فرمان ہوتا ہے:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى (20:44)

اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ کیا عجب کہ وہ نصیحت قبول کر لے اور اس کا دل یکجہل جائے۔

ہاں ان میں سے جو ظلم پراڑ جائیں اور ضد اور تعصب برتیں حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر مناظرے مباحثے بے سود ہیں۔ پھر تو جدال و قتال کا حکم ہے جیسے جناب باری عزاسمہ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا

الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ (57:25)

ہم نے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب و میزان نازل فرمائی تاکہ لوگوں میں

عدل و انصاف کا قیام ہو سکے۔ اور ہم نے لوہا بھی نازل فرمایا ہے جس میں سخت لڑائی ہے۔

پس حکم الہی یہ ہے کہ بھلائی سے اور نرمی سے جو نہ مانے اس پر پھر سختی کی جائے۔ جو لڑے اس سے لڑا جائے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ماتحتی میں رہ کر جزیہ ادا کرے۔

...وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمُ ...

اور صاف اعلان کر دیا کرو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور

اس پر بھی جو تم پر نازل فرمائی گئی ہے

...وَالهٰنَا وَالِهٰكُمُ وَاٰحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (٤٦)

ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اس کے حکم بردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کے کھڑے کھوٹے ہونے کا تمہیں یقینی علم نہ ہو تو اس کی تکذیب کی طرف قدم نہ بڑھاؤ اور نہ

بے تامل تصدیق کرو۔ ممکن ہے کسی امر حق کو تم جھٹلا دو اور ممکن ہے کسی باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔ پس شرط یہ تصدیق کرو۔ یعنی

کہہ دو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر ایمان ہے اگر تمہاری پیش کردہ چیز اللہ کی نازل کردہ ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں

اور اگر تم نے تبدیل و تحریف کر دی ہے تو ہم اسے نہیں مانتے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کیا یہ جنازے بولتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ یقیناً بولتے ہیں۔

اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا:

یہ اہل کتاب جب تم سے کوئی بات بیان کریں تو تم نہ انہیں سچاؤ نہ جھٹلاؤ بلکہ کہہ دو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی جھوٹ کو سچ کہہ دو یا کسی سچ کو جھوٹ بتلا دو۔

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ان اہل کتاب کی اکثر و بیشتر باتیں تو غلط اور جھوٹ ہی ہوتی ہیں۔ عموماً بہتان و افتراء ہوتا ہے۔ ان میں تحریف و تبدیلی تغیر و تاویل رواج پانچکی ہے اور صداقت ایسی رہ گئی ہے کہ کو یا کچھ بھی نہیں۔

پھر ایک بات اور بھی ہے کہ بالفرض سچ بھی ہو تو ہمیں کیا فائدہ؟ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کی تازہ اور کامل کتاب موجود ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اہل کتاب سے تم کچھ بھی نہ پوچھو۔ وہ خود جب کہ گمراہ ہیں تو تمہاری رہبری کیا کریں گے؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی کسی سچی بات کو تم جھٹلا دو۔ یا ان کی کسی جھوٹی بات کو تم سچ کہہ دو۔ یاد رکھو ہر اہل کتاب کے دل میں اپنے دین کا ایک تعصب ہے۔ جیسے کہ مال کی خواہش ہے۔ ابن جریر

صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

تم اہل کتاب سے سوالات کیوں کرتے ہو؟ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے جو بالکل خالص ہے جس میں باطل نہ ملا جلا نہ مل جل سکے۔ تم سے تو خود رب تعالیٰ نے فرما دیا کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تغیر کر دیا اور اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کہنے لگے اور دنیوی نفع حاصل کرنے لگے۔ کیوں بھلا تمہارے پاس جو علم الہی ہے کیا وہ تمہیں کافی نہیں؟ کہ تم ان سے دریافت کرو۔ دیکھو تو کس قدر تم سے کہ ان میں سے تو ایک بھی تم سے کبھی کچھ نہ پوچھے اور تم ان سے دریافت کرتے پھر؟

کیا آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے:

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ...

ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔

...فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ...

پس جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

...وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ ...

اور ان میں سے بعض اس پر ایمان رکھتے ہیں

فرمان ہے کہ جیسے ہم نے اگلے انبیاء پر اپنی کتابیں نازل فرمائی تھیں اسی طرح یہ کتاب یعنی قرآن مجید ہم نے اے ہمارے آخری رسول تم پر نازل فرمایا ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ہماری کتاب کی قدر کی اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیا وہ جہاں اپنی کتابوں پر ایمان لائے اس پاک کتاب کو بھی مانتے ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور جیسے حضرت سلمان فارسیؓ اور ان لوگوں یعنی قریش وغیرہ میں سے بھی بعض لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

...وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ (٤٧)

اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

ہاں جو لوگ باطل سے حق کو چھپانے والے اور سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں وہ تو اس کے بھی منکر ہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُهُ بِيَمِينِكَ إِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ (٤٨)

اس سے پہلے تو تو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا کہ یہ باطل پرست لوگ شک شبہ میں پڑتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی! تم ان میں مدت العمر تک رہ چکے ہو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ان میں گزار چکے ہو انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ پڑھے لکھے نہیں۔ ساری قوم اور سارا ملک بخوبی علم رکھتا ہے کہ آپ محض اُمی ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ پھر آج جو آپ ایک انوکھی فصیح و بلیغ اور پراز حکمت کتاب پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ اس حالت میں کہ ایک حرف پڑھے ہوئے نہیں خود تصنیف و تالیف کر نہیں سکتے۔ حضور اکرمؐ کی یہی صفت اگلی کتابوں میں تھی۔ جیسے قرآن ناقل ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (7:157)

جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول و نبی اُمی کی جس کی صفات وہ اپنی کتاب توراہ و انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں جو انہیں نیکیوں کا حکم کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔

لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی ہمیشہ تک لکھنے سے دور ہی رکھے گئے۔ ایک سطر کیا معنی ایک حرف بھی لکھنا آپؐ کو نہ آتا تھا۔ آپؐ نے کتاب مقرر کر لئے تھے جو وحی الہی کو لکھ لیتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط و کتابت بھی وہی کرتے تھے۔

حضور اکرمؐ کا ان پڑھ ہونا بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر آپؐ پڑھے لکھے ہوتے تو تو یہ باطل پرست آپؐ کی نسبت شک کرنے کی گنجائش پاتے بھی کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں سے پڑھ کر نقل کر لیتا ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں تجب ہے کہ باوجود ایسا نہ ہونے کے پھر بھی یہ لوگ ہمارے رسول اکرمؐ پر یہ الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں:

وَقَالُوا أَسْطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (25:5)

یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھ لی ہیں وہی اس کے سامنے صبح شام پڑھی جاتی ہیں۔

باوجودیکہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے رسول اکرمؐ پڑھے لکھے نہیں۔ ان کے اس قول کے جواب میں جناب باری تعالیٰ عزا سہ نے فرمایا:

قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (25:6)

انہیں جواب دو کہ اسے اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو زمین و آسمان کی پوشیدگیوں کو جانتا ہے۔

**بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ...**

بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔

یہاں فرمایا بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔ خود آیات واضح صاف اور سلجھے ہوئے الفاظ میں ہیں پھر علماء پر ان کا سمجھنا یا دکرنا پہنچانا سب آسان جیسے فرمان ہے:

**وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ (54:17)**

ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے بالکل آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کر لے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں:

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيَ مَا آمَنَ عَلَى مِثْلِهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيْ،  
فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا

ہر نبی کو ایسی چیز دی گئی ہے جس کے باعث لوگ ان پر ایمان لائے مجھے ایسی چیز وحی رب تعالیٰ دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمائی ہے تو مجھے ذات ربانی سے امید ہے کہ تمام نبیوں کے تابعداروں سے زیادہ میرے تابعدار ہوں گے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی!

إِنِّي مُبْتَلِيكَ وَمُبْتَلِي بكَ، وَمَنْزِلٌ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ، تَقْرُؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانًا

میں تمہیں آزمائوں گا اور تمہاری وجہ سے لوگوں کی بھی آزمائش کروں گا۔ تم پر ایسی کتاب نازل فرمائوں گا جسے پانی دھونے سے نہ تھوڑے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔

مطلب یہ ہے کہ کو اس کے حروف پانی سے دھو دیے جائیں لیکن وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہے۔ جیسے کہ اور حدیث میں ہے: اگر قرآن کسی چیز میں ہو تو اسے آگ نہیں جلائے گی اس لئے کہ وہ سینوں میں محفوظ ہے زبانوں پر آسان ہے۔ دلوں میں موجود ہے اور اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگلی کتابوں میں اس اُمت کی ایک صفت یہ بھی مروی ہے کہ ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔

**...وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ (٤٩)**

ہماری آیتوں کا منکر بجز ستم گاروں کے اور کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری آیتوں کا جھٹلانا قبول نہ کرنا یہ حد سے گزر جانے والوں اور ضدی لوگوں کا ہی کام ہے جو نہ حق کو سمجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

وَلَوْ جَاءَهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (96-10-97)

جن پر تیرے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا مشاہدہ کر لیں۔

کیا قرآن کا معجزہ کافی نہیں ہے؟

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ...

کہتے ہیں کہ اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب تعالیٰ کی طرف سے کیوں نہیں اتارے گئے۔

کافروں کی ضد تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ حضرت صالحؑ سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔

...قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۵۰)

تو کہہ دوے کہ نشانیاں تو سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ میری حیثیت تو صرف کھلم کھلا آگاہ کر دینے والے کی ہے۔

اپنے نبی اکرمؐ کو کھلم دیتا ہے کہ انہیں جو اب دیجئے کہ آیتیں معجزے اور نشانیاں دکھانا میرے بس کی بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کر لیں تو وہ معجزہ ہو جائے جو تم مانگو وہ خواستوا کر ہی دکھائے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوْلُونَ وَعَآئِنَا تُمُودَ النَّاقَةِ مُبْصِرَةً  
فَظَلَمُوا بِهَا (17:59)

آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں۔ بجز اس کے کہ اگلے بھی برابر انکار ہی کرتے رہے۔ تمود یوں کو دیکھو ہماری نشانی اونٹنی جو ان کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھایا۔

...قَوِّئِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

کہہ دو کہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں پیغامبر ہوں قاصد ہوں میرا کام تمہارے کانوں تک آواز رسانی پہنچا دینا ہے میں نے تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا نیک بد بچھا دیا اب تم جانو تمہارا کام۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (18:17)

اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز اور رہنما پاسکے۔

یعنی ہدایت ضلالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ اگر کسی کو گمراہ کر دے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا۔  
چنانچہ اور جگہ ہے:

**لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (2:272)**

تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کی چاہت پر موقوف ہے۔

**أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ...**

کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جا رہی ہے۔

بھلا اس فضول کوئی کو دیکھو کہ کتاب عزیزان کے پاس آچکی جس کے کسی طرف سے باطل اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے پورے قرآن کا معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورۃ کا معارضہ بھی باوجود چیلنج کے نہ کر سکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں جو اور معجزہ طلب کرنے بیٹھے ہیں۔

یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی ہے اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض امی ہے۔ جس نے کسی سے الف باء بھی نہیں پڑھا جو ایک حرف لکھتا نہیں جانتا بلکہ جو اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے اگلی کتابوں کا بھی صحت و عدم صحت معلوم ہوتی ہے جس کے الفاظ میں حلاوت جس کی نظم میں ملاحت جس کے انداز میں فصاحت جس کے بیان میں بلاغت جس کا طرز و لہجہ جس کا سیاق و لہجہ جس میں دنیا بھر کی خوبیاں موجود۔ خود بنی اسرائیل کے علماء بھی اس کی تصدیق پر مجبور۔ ازلی کتابیں جس پر شاہد۔ بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل و عامل۔ اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزے کی طلب محض گریز ہے۔

**...إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۵۱)**

اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کے لئے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے والا باطل کو برباد کرنے والا آگلوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقعہ دیتا ہے۔ گنہگاروں کے انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے۔

**قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا ...**

کہہ دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے۔

کہہ دو کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب و سرکشی کو اور میری سچائی اور خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا وہ ایسے لوگوں کو بے انتقام نہیں چھوڑتا۔ جیسے خود اس کا فرمان ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (44:69-47)

اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گمراہ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ دیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔

چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں اس لئے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا جاتا ہے۔

...يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ...

وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا عالم ہے۔

...وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (۵۲)

جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھائے میں ہیں۔

وہ زمین و آسمان کے غیب کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ باطل کو ماننے والے اور اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں۔ قیامت کے دن انہیں ان کی بد اعمالیاں کا نتیجہ جھگلتا پڑے گا اور جو سرکشیاں یہاں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ وہ علیم و حکیم اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دینے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

جلدی نہ کرو عذاب ضرور آئے گا:

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ...

یہ لوگ تجھ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔

مشرکوں کا اپنی جہالت سے عذاب الہی کا طلب کرنا بیان ہو رہا ہے۔ یہ نبی اللہ سے بھی یہی کہتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے تھے:

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأُمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ

اٰتِنَا بِعَذَابٍ اٰلِيمٍ (8:32)

جناب باری تعالیٰ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہمیں اور کوئی دردناک عذاب دے۔

...وَلَوْنَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ ...

اگر میری طرف سے مقرر کیا ہو وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آچکتے

...وَلِيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۵۳)

یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچیں گے۔

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (۵۴)

یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں۔ تسلی رکھیں جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔

یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ رب العالمین یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ ان کفار کو قیامت کے دن عذاب ہوں گے اگر یہ نہ ہوتا تو ان کے مانگتے ہی عذاب کے مہیب بادل ان پر برس پڑتے۔ اب بھی یہ یقین مانیں کہ یہ عذاب آئیں گے اور ضرور آئیں گے بلکہ ان کی بے خبری میں اچانک اور یک بہ یک آ پڑیں گے۔ یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں اور جہنم بھی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی یقیناً انہیں عذاب ہوں گے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ جہنم یہی بحرِ اخضر ہے۔ ستارے اس میں جھڑیں گے اور سورج چاند اسی میں بے نور کر کے ڈال دیا جائے گا اور یہ بھڑک اٹھے گا اور جہنم بن جائے گا۔

يَوْمَ يَعْسَاهُمْ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ...

اس دن ان کے اوپر تلے سے انہیں عذاب ڈھانپ رہے ہوں گے۔

...وَيَقُولُ نُوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۵۵)

اور کہہ رہے ہوں گے کہ اب اپنے بد اعمال کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن انہیں نیچے اوپر سے آگ ڈھانک لے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (7:41)

ان کے لئے جہنم ہی اوڑھنا کچھونا ہے۔

اور آیت میں ہے:

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ (39:16)

ان کے اوپر نیچے سے آگ ہی کافر ش اور سائبان ہوگا۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونَ عَنْ وُجُوهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ (21:39)

کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیں جبکہ نہ یہ اپنے آگے سے آگ کو ہٹائیں گے نہ پیچھے سے۔

ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ ہر طرف سے ان کفار کو آگ کھا رہی ہوگی۔ آگ سے پیچھے سے، اوپر سے، نیچے سے دائیں سے بائیں سے تو اس پر رب عالم کی ڈانٹ ڈپٹ اور مصیبت ہوگی۔ ادھر سے ہر وقت کہا جائے گا لو اب عذاب کے مزے چکھو۔ پس ایک تو وہ ظاہری جسمانی عذاب دوسرا یہ باطنی روحانی عذاب۔ اسی کا ذکر ان آیات میں ہے:

يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ تُوفُّوا مَسًّا سَقَرًا

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (49:54:48)

جب کہ جہنم میں اوندھے منہ کھینچے جائیں گے اور رکھا جائے گا کہ لو اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

يَوْمَ يَدْعُونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً

هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكذَّبُونَ

أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ

اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (52:13)

(16)

جس دن انہیں دھکے دے دے کہ جہنم میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے رہے اب بتلاؤ یہ جاو ہے؟ یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب جہنم میں چلے جاؤ اب تمہارا صبر کرنا نہ کرنا کیسا ہے۔ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ جھگلتا ضروری ہے۔

موت قریب ہے آخرت کی تیاری کرو:

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُون (۵۶)

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرتے رہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس آیت میں ایمان والوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ دین کو قائم نہ رکھ سکتے ہوں وہاں سے اس جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین میں انہیں آزادی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے جہاں وہ فرمان الہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی عبادت و توحید بجالائیں وہاں چلے جائیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

تمام شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پاسکتا ہو وہیں قیام کر۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ پر جب کہ مکہ کی رہائش مشکل ہو پڑی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تاکہ امن و امان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین پر قیام کر سکیں۔ وہاں کے کچھ دار اور دیندار بادشاہ احمد نجاشیؓ نے ان کی پوری تائید و نصرت کی اور وہاں وہ بہت عزت اور خوشی سے رہے۔ پھر اس کے بعد باجائز ربانی صحابہؓ اور خود آنحضرتؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ...

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے

...ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (۵۷)

اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک مرنے والا اور میرے سامنے حاضر ہونے والا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو موت کے نیچے سے نجات نہیں پاسکتے۔ پس تمہیں زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے راضی کرنے میں رہنا چاہیے تاکہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر برائی میں نہ پھنسو۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا ...

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم قطعاً جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے

...تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ...

جن کے نیچے چشمے بہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

...نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ (۵۸)

کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

ایماندار نیک اعمال لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت عدن کی بلند و بالا منزلوں میں پہنچائے گا۔ جن کے نیچے قسم قسم کی نہریں بہ رہی ہیں کہیں صاف شفاف پانی کی کہیں شراب طہور کی کہیں شہد کی کہیں دودھ کی۔ یہ چشمے خود بخود جہاں جنتی چاہیں بہنے لگیں گے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ ہٹائے جائیں نہ وہ نعمتیں ختم ہوں نہ ان میں گھٹائے۔

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (۵۹)

جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

مؤمنوں کے نیک اعمال پر جنتی بالا خانے انہیں مبارک ہوں۔ جنہوں نے اپنے سچے دین پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی اس کے دشمنوں کو ترک کیا اپنے اقرباء اور اپنے گھر والوں کو راہ الہی میں چھوڑا اس کی نعمتوں اور اس کے انعامات کی امید پر دنیا کے عیش و عشرت پر لات مار دی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرَىٰ ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا، أَعَدَّهَا اللَّهُ تَعَالَىٰ لِمَنْ

• أَطْعَمَ الطَّعَامَ،

• وَأَطَابَ الْكَلَامَ،

• وَتَابِعَ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ،

• وَقَامَ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامَ

جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے جو:

• کھانا کھلائیں

• خوش کام نرم گو ہوں

• روزے نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں نمازیں پڑھتے ہوں

• اور اپنے رب تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں اپنے کل احوال میں دینی ہوں یا دنیوی۔

فرمایا رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقسیم کیا ہوا رزق عام ہے اور ہر جگہ ہے جو جہاں ہوا سے وہیں وہ پہنچ جاتا ہے۔ مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہو گئے۔

**وَكَايِّنَ مِنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ...**

**بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے**

**... اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ...**

**ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔**

تو فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو نہ اپنے رزق کے جمع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے حاصل کرنے کی نہ وہ کل کے لئے کوئی چیز اٹھا کر رکھتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ان کی روزیاں ہیں پروردگار انہیں ان کے رزق پہنچا دیتا ہے۔ تمہارا رزق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے توراخوں میں پرندوں کو آسمان و زمین کی خلا میں مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

**وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي**

**كِتَابٍ مُبِينٍ (11:6)**

کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔

مشہور ہے کہ کوسے کے بچے جب نکلنے ہیں تو ان کے پروبال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کو ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ بھراتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے چھمران کے پاس بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔

حضور اکرمؐ کا فرمان ہے سفر کرو تا کہ صحت اور روزی پاؤ۔

حدیث میں ہے:

سفر کرو نفع اٹھاؤ گے

روزے رکھو تندرست رہو گے

جہاد کرو غنیمت ملے گی۔

... وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۶۰)

وہ بڑا ہی سننے جاننے والا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات و سکنات کو جاننے والا ہے۔

رزق کی فراخی تنگی اللہ کے اختیار میں ہے:

اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ...

اور اگر تو ان سے دریافت کرے کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟

... لَيَقُولَنَّ اللَّهُ ...

تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

... فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ (۶۱)

پھر کدھرائے جارہے ہیں۔

خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا سورج چاند کو مسخر کرنے والا دن رات کو پے درپے لانے والا خالق رازق موت و حیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ...

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے۔ اور جسے چاہے تنگ۔

... إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۶۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

وہ خوب جانتا ہے کہ غنا کے لائق کون ہے اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔

وَكُنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنَ بَعْدِ مَوْتِهَا ...  
 اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر  
 دینے والا کون ہے؟

...لَيَقُولَنَّ اللَّهُ ...

تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا اللہ تعالیٰ

...قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ...

اقرار کر کہ ہر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے۔

...بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (۶۳)

ہاں ان میں کے اکثر بے عقل ہیں۔

پس جبکہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے سب پر قابض صرف وہی ہے پھر اس کے سوا  
 دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تھا ہے تو  
 عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہی ہے۔ تو حیدر بوہیت کو مان کر پھر تو حیدر بوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے۔

قرآن کریم میں تو حیدر بوہیت کے ساتھ ہی تو حیدر بوہیت کا ذکر بکثرت ہے۔ اس لئے کہ تو حیدر بوہیت کے قائل مشرکین  
 مکہ تھے تو انہیں قائل معقول کر کے پھر تو حیدر بوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج و عمرے میں لہیک پکارتے  
 ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ کہتے تھے

لَبِيك لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ نَمْلَكَهَ وَمَا لَكَ

یعنی اے اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے مالک کا مالک بھی تو ہی ہے۔

مشرکین بوقت مصیبت اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے:

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَعَيْبٌ ...

دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا ہے۔

...وَأَنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۶۴)

البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے۔ اگر یہ جانتے ہوتے۔

دنیا کی حقارت و ذلت اس کے زوال و فنا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اسے کوئی دوام نہیں اس کا کوئی ثبات نہیں یہ تو صرف لہو و لعل ہے۔ دار آخرت کی زندگی دوام و بقا کی زندگی ہے وہ زوال و فنا سے وہ قلت و ذلت سے دور ہے۔ اگر انہیں علم ہوتا تو اس بقا والی چیز پر فانی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔

**فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِّ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ...**

یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اسکے لئے عبادت کو خالص کر کے۔

**...فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (۶۵)**

پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

**لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَنَّوْا فَيَسْؤَفَ يَعْلَمُونَ (۶۶)**

ہماری دی ہوئی نعمتوں سے مکر تے ہیں۔ اور برتتے رہیں ابھی ابھی پتہ چل جائے گا۔

فرمایا کہ مشرکین بے کسی اور بے بسی کے وقت تو اللہ تعالیٰ وحده لا شریک له کو پکارنے لگتے ہیں۔ پھر مصیبت کے ہٹ جانے اور مشکل کے ٹل جانے کے بعد اس کے ساتھ دوسروں کا نام کیوں لیتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے:

**وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا فَلَمَّا نَجَّكُم إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ (17:67)**

جب سمندر میں پھنتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاتے ہیں اور جب وہاں سے نجات پا کر خشکی میں آ جاتے ہیں تو فوراً ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب رسول اللہ نے مکہ فتح کیا تو مکرمہ بن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا اور حشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا۔ اتفاقاً سخت طوفان آیا اور کشتی ادھر ادھر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقع صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا ہے اٹھو اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔

یہ سنتے ہی مکرمہ نے کہا سنو اللہ تعالیٰ کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے بجز رب کے کوئی اور نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر محمد رسول اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے اور مجھ پر رحم و کرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی۔

میری نعمت یاد کرو اور میرے نبی پر ایمان لاؤ:

**أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ...**

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو با امن بنا دیا ہے حالانکہ انکے ارد گرد لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قریش کو اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس اپنے حرم میں انہیں جگہ دی ہے۔ جس میں جو شخص آجائے امن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے آس پاس جدال و قتال لوٹ مار ہوتی رہتی ہے اور یہاں والے امن و امان سے اپنے دن گزارتے ہیں جیسے سورہ قریش میں بیان فرمایا:

**لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ**

**إِلْفُهُمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ**

**فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ**

**الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَعَآمَنَّهُمْ مِنْ خَوْفٍ (1:106-4)**

قریش کو الفت دلانے کے شعر یہ میں یعنی انہیں جو جائزے اور گرمی کے سفر میں خوگر کر دیا ہے تو (اسکے شعر یہ) میں انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر و خوف میں امن و امان دیا

**...أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ (٦٧)**

کیا یہ باطل پر تو یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر احسان نہیں مانتے؟

تو کیا اتنی بڑی نعمت کا شعر یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کریں؟ بجائے ایمان لانے کے کفر کریں اور خود تباہ ہو کر دوسروں کو بھی اسی ہلاکت والی راہ لے چلیں۔ انہیں تو یہ چاہئے تھا کہ رب واحد کی عبادت میں سب سے بڑھے ہوئے رہیں۔ نبی آخر الزماں کے پورے اور سچے طرفدار ہیں۔ لیکن انہوں نے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک و کفر کرنا اور نبی اکرمؐ کو جھٹلانا ایذا پہنچانا شروع کر رکھا ہے۔ اپنی سرکشی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو مکہ سے نکال دیا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان سے چھینی شروع ہو گئیں۔ بدر کے دن ان کے بڑے بری طرح قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کے ہاتھوں پر مکہ کو فتح کیا اور انہیں ذلیل و پست کیا۔

**وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ...**

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے اور جب حق اسکے پاس آجائے وہ

اسے ناحق بتلائے

**...أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ (٦٨)**

کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہ ہوگا۔

اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ وحی آتی نہ ہو اور کہہ دے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی سچی وحی کو اور حق کو جھٹلائے اور باوجود حق پہنچنے کے تکذیب پر کمر بستہ رہے ایسے مفتری اور مکذب لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

### وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ...

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔  
 راہ رب میں مشقت کرنے والے سے مراد رسول اللہ اور آپ کے اصحاب اور آپ کے تابع فرمان لوگ ہیں جو قیامت تک ہوں گے۔

### ...وَأِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (۶۹)

یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا ساتھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کو شش اور چھتھو کرنے والوں کی راہنمائی کریں گے دنیا اور دین میں انہیں راستے دکھاتے رہیں گے۔



© Copy Rights:

Zahid Javed Rana, Abid Javed Rana

Lahore, Pakistan

www.quran4u.com